مسلکِ اہلحدیث کا داعی اور ترجمان
ہفت روزہ
الاعتصام
لاہور
پاکستان
جلد ۳۵
۲۷ جولائی ۱۹۸۴ء
جمعۃ المبارک
۲۶ شوال ۱۴۰۴ھ
شمارہ ۵۲
مندرجات
مسلمان، کاروبارِ مملکت اور آئین ۲
اداریہ ۳ - ۴
جب کسی قوم کا مزاج بگڑ جاتا ہے ۵ - ۶
مولانا ابوالحسن علی ندوی کا خطاب ۷ - ۱۰
گمراہی کیا ہے، اتباعِ سنت یا تقلیدِ شخصی؟ ۱۱ - ۱۴
اطلاعات و اعلانات ۱۵ - ۱۶
اشاریہ مضامین الاعتصام جلد ۳۵ ۱۷ - ۲۳
مدیرِ مسئول
محمد عطاء اللہ حنیف
سالانہ ۔۔۔ ۵۰ روپے
فی پرچہ ۔۔۔ ۵۰/۱ روپیہ
ممالکِ غیر : ۲۰ پونڈ

ڈاکٹر محمد باقر

مسلمان، کاروبارِ مملکت اور آئین

اس پر غور فرمائیے، چودہ سو سال سے کچھ اوپر کے عرصے سے رسولِ اکرمؐ کے پیرو صفحۂ ارض پر موجود ہیں۔ مسلمانوں کی مملکتیں بھی تقریباً اسی عرصہ سے معرضِ وجود میں آگئی تھیں، سوال ہے کہ ان چودہ سو سالوں میں مسلمان کس اسمبلی کے بنائے ہوئے کون سے آئین و قانون کے مطابق کاروبارِ مملکت چلاتے رہے؟ دو تین مستثنیات کے علاوہ (اور وہ بھی تازہ) دیگر مملکتوں میں نہ کوئی سیاسی اسمبلیاں تھیں نہ مرکزی مقننہ۔ اسلام کے پہلے سوا چھ سالوں میں یعنی زوالِ بغداد (۱۲۵۸ء) تک مسلمانوں کی تابناک کامیابیوں کا مختصر ذکر کیا جائے تو کہنا پڑے گا (اور اسے دنیا نے تسلیم کیا ہے) کہ مسلمان نے:-

(۱) دنیا کو اپنے مذہبی عقائد اور عملی زندگی میں توازن کی حقیقت کو منوایا۔

(۲) طوفان کی طرح زمین کے مختلف حصوں کو فتح کیا۔

(۳) پیرے نیز سے لے کر ہمالیہ تک ایک نئے نظامِ حیات کی ترویج کی۔

(۴) وسعت پذیر مفتوحہ علاقوں کو ثروت، ثقافت اور معاشرت کے ارتقاء سے مالامال کیا اور اقتصادی ترقی سے خوشحال کیا۔

(۵) علوم و فنون کی کثرت سے فیض یاب کیا۔

(۶) فنِ تعمیر کو معراجِ کمال تک پہنچایا۔

(۷) ریاضی، سائنس، علم اور ٹیکنالوجی کو فروغ دیا۔

(۸) سیاحت، صنعت، جہاز سازی اور بین الملی تجارت — کو ترقی دی۔

الغرض مسلمان نے کارزارِ حیات کی ہر جہت اور سمت میں ارتقائی عمل کو سرعت اور کامیابی سے آگے بڑھایا۔ حالانکہ اس کی کوئی مقننہ نہ تھی۔ اس کے کوئی انتخابات نہیں ہوتے تھے، اس کی کوئی سیاسی جماعتیں نہیں تھیں۔ پھر تیرھویں صدی سے تین سو سال تک اس کے زوال کا دور تھا، اور اس میں بھی یہ پارلیمنٹوں سے بے نیاز تھا۔ بات آگے بڑھی تو سولہویں صدی میں اس نے پھر سنبھالا لیا، اور مسلمان اسلام کی برکات سے استفادہ کرتے ہوئے پھر سر اٹھا کر چلنے لگے۔ اس کی حیاتِ تازہ کو قرآن مجید اور سنت نے ایک نیا جوشِ عمل اور ولولہ بخشا۔ ان کے آئین کے بھی یہی دو منابع تھے اور ان کے قانون کے بھی دو ماخذ۔ ایک دفعہ پھر یہ نعرہ لگایا گیا: "قرآن کی طرف آؤ، سنت کی طرف آؤ، قرآن مجید کے خدا اور اس کے احکام کی طرف لوٹ آؤ، سنت کی روح اور اس کی برکتوں کی طرف لوٹ آؤ۔"

ان تمام اسلامی تحریکوں میں اسمبلیوں، پارلیمنٹوں، انتخابات، جمہوریتوں اور ایک آدمی کے ایک ووٹ کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ "زندہ باد" "مردہ باد" کے نعرے کل کی ایجاد ہیں، اور فرنگی کی پیداوار، کچھ مسلمان کہتے ہیں کہ اسلام کو جمہوریت کو معاشرتی آئیڈیل کے طور پر شامل کرنے سے کوئی نئی صورتِ حالات پیدا نہیں ہوتی، فرنگی اور غیر مسلم کو سمجھاتے رہتے ہیں کہ جمہوریت تو اسلام کے خمیر میں شامل ہے۔ فقیر یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ یہ ایک منطقی فریب ہے جس سے سیدھے سادے مسلمان کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ اگر جمہوریت یا کوئی اور ازم یا کوئی اور طرزِ مملکت داری مسلمانوں کے لئے بکار یا مفید ہوتی تو ان کا دور نزدیک کا کوئی ذکر یا حوالہ قرآن مجید یا حدیث میں ضرور ملتا۔ لیکن وہاں تو صرف یہ ملتا ہے۔

"اے ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور ان کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں" (النساء ۵۹)

گویا حکومتِ الٰہیہ کا استقرار صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم قیامت تک صرف اس نظامِ مملکت داری کو اپنائے رکھیں جو قرآن نے بتایا ہے۔ اگر آج آپ کوئی ایسا آئین بناتے ہیں جو آپ کی مقننہ منظور کرتی ہے۔ تو کل یہی مقننہ اسے بیخ و بن سے اکھاڑ دے گی، اور آج تک اس ملک میں یہ کتنی بار ہو چکا ہے۔ ۶۰۹ سے ۶۳۲ء کے مابین خدا کا نازل کیا ہوا اسلامی آئین و قانون ہی ایک ایسا لائحہ عمل ہے

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

فلمی نمائندوں کی صدرِ مملکت کے حضور باریابی

آہ — نگہ کی نامسلمانی سے فریاد

ہمارے صدرِ مملکت جناب جنرل ضیاء الحق فطرتاً سادگی پسند اور منکسر المزاج شخصیت کے طور پر شہرت رکھتے ہیں صوم و صلوٰۃ کے پابند، نیکی اور دینداری کے شیدائی، تقوے اور پرہیزگاری کے حامل اور اسلامی اقدار کے فروغ کے لئے ہمہ تن مستعد تصور کئے جاتے ہیں، اسلام کے نفاذ کے لئے ان کی شب و روز کی مساعی کی داستانیں "سرکار دربار" سے تعلق رکھنے والوں کی زبانوں سے اکثر سننے میں آتی رہتی ہیں، عمرہ اور زیارت حرمین میں ان کے جلو میں رہنے والے صحافی اور اہلِ قلم ان کی دلگدازی، استغراق اور زہد و ورع کی کیفیتیں بیان کرتے ہیں جن سے ان کی پاکبازی، پاک بینی اور پاکدامنی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔

بایں ہمہ وہ ایک سلطنت کے سربراہ ہیں اس لئے انہیں قوم کے ہر طبقے سے رابطہ رکھنا پڑتا ہے اور ہر طبقے اور مسلک کی ضروریات اور مطالبات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنی حکومت کی پالیسی مرتب کرنی پڑتی ہے۔ اپنی حکمرانی کے گزشتہ سات سالوں میں انہوں نے ہر طبقۂ فکر کے نمایندوں کے کنونشن منعقد کئے اور ان سے براہِ راست ملاقات کر کے افہام و تفہیم کی صورت پیدا کی۔ اب تک وہ علماء، مشائخ، سیاستدانوں، صحافیوں، اہلِ قلم، دینی مکاتبِ فکر کے نمایندوں اور خواتین تک کو شرفِ باریابی عطا کر چکے ہیں اور ملی تقاضوں کے مطابق اپنی حکومت کی طرف سے ہر طرح کے تعاون کی یقین دہانی کرا چکے ہیں۔

اس مرتبہ انہوں نے فلمی دنیا کے "چاند تاروں" کو شرفِ ملاقات بخشا۔ ۱۵ جولائی ۱۹۸۴ء کو ان کے نمایندوں (ایکٹروں، ایکٹرلیسوں، فلم پروڈیوسروں، ڈائریکٹروں، موسیقاروں وغیرہ) سے اپنے سیکرٹریٹ میں کھل کر باتیں کیں۔ اخباری رپورٹوں کے مطابق ہمارے متقی صدر صاحب نے فلمی ایکٹرلیسوں کو یقین دلایا کہ پردے کے سلسلے میں وہ اتنے کٹر نہیں ہیں (ان کا یہ اجتہاد قابلِ داد ہے) اس پر ہمیں اس نیا ایمان لانے والے صحابی کا واقعہ یاد آتا ہے جس نے اس بازاری عورت کو جس سے اُس کے ایامِ جاہلیت میں تعلقات تھے اُس کی دعوت کے جواب میں کہا تھا "میں اب مسلمان ہو چکا ہوں۔ اب کسی غیر محرم عورت سے ملنا میرے لئے ناممکن ہے"۔

ہمارے صدرِ گرامی مرتبت نے فلمی دنیا کو بھی "صنعت" میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ اس طبقے نے اپنے آپ کو مشہور کر رکھا ہے۔ اور عیاش طبع لوگوں نے بھی ان کو اس حیثیت میں معزز بنا رکھا ہے۔ حالانکہ ایک اسلامی معاشرے میں عشرت آموز بازاری طبقات کو کبھی قابلِ عزت نہیں سمجھا گیا۔ جب بھی ایسا وقت آیا ہے، تو وہ تنزل پذیر معاشرے میں عزت پانے کے قابل ہوئے ہیں، جیسے مغلیہ سلطنت کے زوال آمادہ دور میں اہلِ ثروت نے اپنے بیٹوں کو طوائفوں کے ہاں "مجلسی تعلیم" کے لئے بھیجنا شروع کر دیا تھا اور اُن

طابع: چوہدری عبدالباقی نسیم ● مطبع: اومنی پرنٹرز، لاہور ● ناشر: محمد عطاء اللہ حنیف ● مقامِ اشاعت: شیش محل روڈ، لاہور

طاؤس و رباب کی صحبت کا نتیجہ تھا کہ صدی کے اندر اندر یوں برآمد ہوا کہ مغلوں کی نسل خلافت باختہ ہوکر سلطنت ہی سے ہاتھ نہیں دھو بیٹھی بلکہ اپنے ہی ملک میں ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہوکر رہی ...... فلمی دنیا جس کو انڈسٹری (صنعت) کا نام دیا گیا ہے اس نے اب تک حیا باختہ اوباش، بدقماش اور بدکردار نوجوانوں ہی کی کھیپ تیار کی ہے۔ فلموں نے ہمیشہ فحاشی، عریانی اور جنسی بے راہروی کا درس ہی دیا ہے۔ بظاہر فلمی کہانی کسی بدکردار شخص کو سزا دلوانے پر منتج ہوتی ہے مگر حقیقتاً اس بدکردار شخص کا رول اس خوبی اور دلکشی سے پیش کیا جاتا ہے کہ سزا کا منظر پس منظر میں چلا جاتا ہے۔ فلم بین نوجوان طبقہ باہر آکر اسی کی نقالی پر اتر آتا ہے۔ چوروں، ڈاکوؤں، بدمعاشوں اور جیب تراشوں میں سے جب کوئی گرفتار ہوتا ہے تو وہ خود بتاتا ہے کہ میں نے یہ "طریقۂ واردات" فلاں فلم سے سیکھا ہے۔

ہمارے محترم المقام صدر چاہتے ہیں کہ لوگوں کی تفریح کے لئے عمدہ فلمیں پیش کی جائیں۔ اس پر ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ ایک عقلمند آدمی حنظل سے شہد کی مٹھاس اور زہر سے تریاق کی کیسے توقع رکھتا ہے۔ اس میں لطف کی بات تو یہ ہے کہ گزشتہ ستائیس ۲۷ سالوں میں کسی حکومت نے اس طبقے کو خاص نمائندگی نہیں دی، مگر ہمارے متقی صدر کے دور میں پہلی مرتبہ یہ مردود طبقہ ایوانِ حکومت میں باریاب ہوا ہے۔ جو کسی صورت اس کے شایانِ شان نہ تھا بلکہ صدرِ محترم کے تقویٰ اور طہارت کے بھی منافی تھا۔ ہم ان سے بصد ادب یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا تفریح طبع جنسی کہانیوں ہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اس "تفریح" نے بازاروں میں روز شب گونجنے والے ایسے ایسے نغمے ایجاد کئے ہیں کہ کوئی شریف آدمی اپنے گھر میں سننا پسند نہیں کرتا۔ بسوں اور ویگنوں میں ایسے فحش اور عریاں گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے کہ آدمی بہو بیٹیوں کے ساتھ بیٹھا ندامت میں غرق ہو جاتا ہے۔ یہ سب اسی فلم انڈسٹری کی پروڈکشن ہے۔ آخر آپ ان کو اصلاحی فلمیں بنانے کی جو تلقین فرما رہے ہیں۔ وہ کیونکر ممکن ہے۔ کوئی فلم لڑکے لڑکی کی جنسی محبت، ڈاکوؤں اور غارت گروں کی مار دھاڑ، چوروں اور جیب تراشوں کی وارداتوں کے بغیر "دلچسپ" نہیں ہو سکتی اور یہ چیزیں اصلاح نہیں بگاڑ ہی کا باعث بنتی آئی ہیں۔ کبھی کبھار کسی نے صلاح الدین ایوبی اور سلطان ٹیپو یا بابر اور ہمایوں جیسی فلمیں بنائی ہیں تو ان سے کتنے صلاح الدین اور سلطان ٹیپو پیدا ہوئے ہیں؟ ہم نے تو "بہارا"، "مولا جٹوں"، "مکھڑیاں" اور "جگوں" ہی کے غول کے غول بازاروں میں ادھم مچاتے اور دکانداروں سے غنڈہ ٹیکس وصول کرتے دیکھے ہیں جن سے پولیس بھی نالاں ہے اور عوام بھی پریشان ہیں ——!

خدارا اس لعنت کی سرپرستی نہ کیجئے۔ یہ صنعت محض غنڈہ سازی اور بدآموزی کی صنعت ہے۔ آسمانِ فلم کے یہ ستارے وہ منحوس ستارے ہیں جنہوں نے قوم کی تقدیر میں بگاڑ پیدا کیا ہے۔ ان سے بہتری کی امید یا خواہش محض ہمارے فکر و نظر کی خرابی ہے۔ کیونکہ ؎

یہ صناعی فقط جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے۔

اور ان کی سرپرستی اس آیت قرآنی کی وعید کی مستحق ہے۔ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرة (النور) "جو لوگ ایمانداروں میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں۔ ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے"۔

اگر آپ یہاں ایک اسلامی معاشرہ برپا کرنا چاہتے ہیں اور واقعی یہاں اسلام نافذ کرنے کا عزم رکھتے ہیں تو آپ کو اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان بدنظر رکھنا ہوگا۔ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ)...

اور آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ناچ گانے والے ہرگز نہیں دیئے بلکہ بازار عکاظ میں ہونے والی تمام بیہودگیاں یک قلم موقوف کر دی تھیں — وہاں بھی تفریح کا یہی سلسلہ تھا۔ اور ہوس کاری کے ڈرامے رچائے جاتے تھے جس کو جدید دور میں فلم کی صورت دیدی گئی ہے۔ آپ اپنی خلوتوں میں ہماری گزارشات پر غور فرمائیں اور اس وقت کو نہ بھولیں جب آپ سے غیر شرعی کاموں کی سرپرستی کے متعلق سلسلے میں باز پرس ہوگی وہاں کامیابی کی میزان اتباع محمدی ہوگی تقلید فرنگ نہیں ——! وما علینا الا البلاغ المبین

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، ایڈیٹر "محدث" بنارس ہند

قسط ۲ آخری

جب کسی قوم کا مزاج بگڑ جاتا ہے

آج ملتِ اسلامیہ مصائب و آلام کی بھٹی میں سُلگ رہی ہے۔ وہ جہاں بھی ہے خواہ اقلیت میں ہو یا اس کا اپنا ملک اور اپنی حکومت ہو یا غیروں کا ملک اور غیروں کی حکومت ہر جگہ اس کے خونِ ناحق کے چھینٹوں بلکہ دھاروں سے زمین لالہ زار ہے اس کے آہنی اور مضبوط قلعوں تک پر الحادی طاقتوں کی یورش و یلغار ہے، جس کے نتیجے میں عزت و آبرو اور جان و مال سب کچھ پامال و برباد ہے۔ وہ مسلمان جو کبھی اس کائنات کی زینت تھا اور جس کے کردار و عمل کے حسن سے انسانیت کے خاکے میں رنگ بھرا جاتا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج وہ زمین پر بوجھ بن کر رہ گیا ہے اور زمین اس بوجھ کو اپنی پشت سے اتار پھینکنا چاہتی ہے۔

آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کا مختصر اور حقیقت پسندانہ جواب یہ ہے کہ آج قانونِ الٰہی کی اس گرفت سے ہم بھی دوچار ہیں جس سے کبھی یہود کو سابقہ پڑا تھا۔ کیوں کہ آج ہمارے کردار و عمل کی بھی تصویر وہی ہے جو کبھی ان کی تھی۔ عوام کو تو جانے دیجئے، ہمارا وہ طبقہ جو ہدایت و رہنمائی کے منصب پر فائز اور منبر و محراب کی زینت ہے۔ اپنی شکل و صورت اور پوشاک کے لحاظ سے تو یقیناً تقدس کا مجسمہ ہے لیکن اس پردے کو ہٹا دیکھئے تو نہاں خانۂ دل میں ہوا و ہوس کے بُت خانے آباد نظر آئیں گے۔ کنبہ پروری، علاقہ پرستی، نسلی غرور وغیرہ جیسی ساری جاہلی عصبیتیں اپنی تمام فتنہ سامانیاں سمیت جلوہ گر نظر آئیں گی۔ ایمان و دیانت، ایثار و قربانی، راست بازی و خدا ترسی، اور حق پرستی و فکر آخرت کا سارا دائرہ سکڑ سکڑا کر منبر کے زینوں تک محدود ہو گیا ہے، جس کی تلقین صرف سامعین کو کی جاتی ہے۔ ہماری کشت گاہ عمل صدق و صفا اور محبت و خلوص کے خوشنما پھولوں کا گلشن ہونے کے بجائے خود غرضی و فریب کاری اور کجروی کے بھنگ دھتوروں کا جنگل بنی ہوئی ہے۔ غرض کردار اور عمل کے فساد کا ایک سیلاب ہے جس میں صرف عوام ہی نہیں بلکہ ان کے آگے آگے خواص و اعیان بھی خس و خاشاک کی طرح بہے جا رہے ہیں۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ۔

ظاہر ہے کہ کردار و عمل کا یہ فساد اگر کل قہر الٰہی کے بھڑکنے کا سبب بنا تھا تو آج اس کی رحمت و انعام کا سبب نہیں بن سکتا۔ خدا کا قانون ساری قوموں اور ملکوں کے لئے ایک اور یکساں رہا ہے اور رہے گا۔ "مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ" (میرے نزدیک بات نہیں بدلی جاتی) پس ہمیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ہمیں جن آلام و مصائب نے گھیر رکھا ہے ہمارے موجودہ کردار کو دیکھتے ہوئے وہ درحقیقت قہرِ الٰہی اور انذار و تنبیہ ہے۔ ہمیں آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اب بھی سنبھل جاؤ، ورنہ اس طرح کچل دیئے جاؤ گے کہ دوبارہ اُٹھ نہ سکو گے۔ اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے جس رحمتِ الٰہی کے تم مستحق تھے اس سے کسی اور کو نواز دیا جائے گا۔

غفلت و بے حسی کا آخری مرحلہ یہ ہے کہ ہماری قوم کے عقلاء الرجال انذار و تنبیہ الٰہی کے ان واقعات کو محض طبعی اسباب و علل کا نتیجہ سمجھ کر اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کئے بغیر ان کا محض طبعی علاج ڈھونڈتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ اسباب و علل کا سارا نظام بھی تو تدبیر الٰہی ہی کا ایک حصہ اور کلی طور پر اسی کے تابع فرمان ہے۔ پھر ان اسباب کے ترتیب پانے اور مؤثر ہونے

ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کیوں نظر نہیں آتی؟ ہم کیوں نہیں سوچتے کہ کل تک جو قومیں ہماری دریوزہ گر تھیں اور آج ہمارے قتلِ عام کے درپے ہیں۔ اسی طرح کل تک جو بعض قومیں ہمارے قتل کے درپے تھیں اور آج ہم سے اُلفت ومحبت کا رشتہ استوار کرنا چاہتی ہیں تو آخر ان کے ان رجحانات ومیلانات کی تبدیلی کے پیچھے کس طاقت کا خفیہ ہاتھ کارفرما ہے! اَلقُلُوْبُ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُھَا کَیْفَ یَشَاءُ (الحدیث) "سارے دل رحمان (حق تعالیٰ) کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جیسے چاہتا ہے انہیں الٹتا پلٹتا ہے"

پس یقین کرنا چاہیئے کہ سارے اسباب ومسببات، سارے رجحانات ومیلانات اور سارے واقعات وحادثات اللہ کے حکم، اس کی مرضی اور اس کے مقررہ نظام کے تحت واقع ہوتے ہیں اور سراسر حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر ہم ایمان وعمل کی صحیح شاہراہ پر گامزن ہوں تو ان کی حیثیت امتحان وآزمائش اور اضافۂ ثواب ورفعِ درجات کی ہے۔ ورنہ یہ قہرِ الٰہی اور انذار وتنبیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں کی تنبیہ عموماً آسمان سے لشکر اتار کر نہیں بلکہ طبعی اسباب وعوامل کے ذریعہ برپا ہونے والے حادثات کا رُخ بندوں کی طرف پھیر کر ہی کرتا ہے۔ ارشاد ہے:

وَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّھَا وَرُسُلِہٖ فَحَاسَبْنٰھَا حِسَابًا شَدِیْدًا وَّعَذَّبْنٰھَا عَذَابًا نُّکْرًا ۔ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِھَا وَکَانَ عَاقِبَۃُ اَمْرِھَا خُسْرًا ٥

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (طلاق: ۸، ۱۲)

"کتنی ہی آبادیاں ہیں جنہوں نے اپنے رب اور اس کے پیغمبروں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا سخت محاسبہ کیا اور بری سزا دی۔ چنانچہ اس نے اپنے کرتوت کی سزا چکھا اور اس کا انجام گھاٹے ہی کا رہا"

"اللہ کی ہستی وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور انہیں کے مثل زمین پیدا کی، ان کے درمیان اسی کا حکم اترتا ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اور اللہ نے ہر چیز کا علم کے ذریعہ احاطہ کر رکھا ہے"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مختلف بستیوں اور آبادیوں کے مبتلائے قہر وعذاب کئے جانے کا ذکر کرنے کے بعد آسمان وزمین کی تخلیق اور ان کے درمیان اپنے حکم کے جاری ہونے کا تذکرہ کرکے گویا یہ بتلانا چاہتا ہے کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کی مٹھی میں ہے۔ اس لئے اگر وہ کسی قوم پر ضرب لگانا چاہے تو اسے الگ سے اس کے لئے کسی تیاری کی ضرورت نہیں ہے وہ اس کائنات کے جاری وساری نظام کے کسی بھی حصے کا رُخ اس قوم کی طرف کرکے اُسے کچل سکتا ہے۔

پس خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ ہم جن حالات وواقعات سے گزر رہے ہیں، ان کا شدید مطالبہ ہے کہ ہم اپنے کردار پر نظرثانی کریں۔ خدا سے صحیح طور پر اپنا تعلق استوار کریں اور اسی سے مدد واعانت طلب کرتے ہوئے اپنے مسائل کے حل کی جدوجہد کریں کہ یہی فلاح وکامیابی کی راہ ہے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

(قسط ۲ آخری)

آج آپ سیّد احمد شہیدؒ کی دعوت کے امین بنائے جا رہے ہیں!

جامعہ سلفیہ کے جلسہ دستار بندی میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا خطاب

پھر ایک وقت آیا کہ سیّد صاحب نے محسوس کیا کہ ایک بڑی کمزوری پیدا ہو گئی ہے کہ ابھی ۲۵ برس کی عمر میں، ۳۰ برس کی عمر میں عورت بیوہ ہو گئی۔ اور اب وہ پوری عمر اسی طرح گذار دے گی۔ سید صاحب نے بیوہ کی شادی پر ابھارا، مجھے ان کے نام معلوم ہیں جنہوں نے عقد ثانی کی ہمت کی۔ ہندوستان چھوڑ کر چلا جانا پڑا۔ حجاز ہجرت کر گئے۔ شریفوں کے خاندان کے، علماء کے خاندان کے، سیّد صاحب نے خود کہا کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں، لیکن میں اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کرتا ہوں۔ مولانا عبدالحی بڈھانوی صاحب نے مسجد میں وعظ کیا اور کہا کہ سیّد صاحب کے ذریعہ ساری سُنّتیں زندہ ہو رہی ہیں۔ صرف ایک سُنّت رہ گئی ہے، سید صاحب ایسے جھک کر بیٹھ گئے۔ کہ کہنے لگے کہ آپ فرمائیے میں ابھی شروع کرتا ہوں، اور باہر نکلے اور گھر میں جا کر اُسی وقت کہا اور نکاح کیا اور اس کے بعد خطوط لکھے اور اس کے بعد یہ سُنّت زندہ ہو گئی۔

یہ سنت اس وقت بھی زندہ نہیں ہے، لیکن الحمدللہ، مُردہ بھی نہیں ہے۔ اور اب عار کی بات نہیں سمجھی جاتی۔ جیسا کہ پہلے سمجھی جاتی تھی۔ ایسے میں جب مولانا محمد علی صاحب لاہوری مدراس گئے تو معلوم ہوا کہ یہاں کے مسلمان گائے کا گوشت کھانے سے بہت بچتے ہیں کہ گوشت کھانے سے فلاں دیوتا (اُس کا نام مجھے یاد نہیں رہا) ناراض ہو جائے گا اور اس کی وجہ سے گھر میں کوئی موت ہو جائے گی، بے برکتی ہوگی، کوئی مسلمان گائے کے گوشت میں ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ جو لوگ ان کے وعظ سنتے تھے آپ کے وعظ سے متاثر تھے۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ سب کو دعوت دی۔ اور گائے کے کباب پکوائے اور کہا کہ اس کو کھانا ہوگا، کھا کر دیکھو کہ کچھ ہوتا ہے کہ نہیں۔ اب کوئی عالم کہے کہ صاحب کیا تکلیف مالایطاق ہے، یہ فلاں گوشت کھایا جائے، فلاں گوشت نہ کھلایا جائے، یہ کہاں ہے، فقہ کی کس کتاب میں ہے، لیکن جو صاحب بصیرت ہے وہ سمجھتا ہے کہ میاں اسے تم حرام کرنے والے کون؟

اسلام اس وقت تک قائم نہیں ہوتا جب تک پوری شریعت اور مکمل اسلام پر عمل نہ ہو۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً۔ جس چیز کو اللہ نے جائز کیا، اُسے تم حرام کرنے والے کون؟ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ۔ بنی اسرائیل نے اپنے اُوپر اُونٹ کا گوشت حرام کیا تو اللہ تعالےٰ نے سزا کے طور پر حرام ہی کر دیا۔ میں خود مدراس سے ہو کر آ رہا ہوں۔ سیّد صاحب بھی بعد میں گئے۔ کہیں نہیں سُنا کہ لوگ گائے کا گوشت کھانے سے ڈرتے ہیں، دل سے وہ خوف نکل گیا۔ وہ خوف نہیں تھا شرک جلی تھا، شرک جلی کو ختم کیا۔

میرے عزیزو اور دوستو! حدیث شریف میں آتا ہے کہ يَرِثُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ۔ تجربہ کے طور پر عام سامعین کے لئے بتاتا ہوں کہ اس علم کے حامل ہر زمانہ کے عادل لوگ ہوں گے، معقول و متوازن لوگ ہوں گے، عدل کا لفظ قرآن و حدیث کی زبان میں بہت جامع لفظ ہے۔ صرف

النساء کے معنی میں نہیں، اس کے حامل ہوں گے ہر زمانہ کے عدول، جو اس سے دور کریں گے غلو پسند لوگوں کی تحریف کو، اور باطل پرستوں کی غلط نیت کو اور دعووں کو، اور جاہلوں کی تاویلات کو، ہر زمانہ کے علماء کا فرض ہے کہ اپنے زمانہ کے ان آشیانوں کو تلاش کریں، ان پناہ گاہوں کو تلاش کریں جہاں جاہلیت اور کفر پناہ لے رہے ہیں اور اس پر خاص طور پر ضرب لگائیں، یہ وقت کا جہاد ہے۔ وقت کی تبلیغ ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی نیابت ہے، مثلاً آپ کو معلوم ہو جائے کہ فلاں درخت مقدس مانا جاتا ہے اور اس میں کوئی خیر باندھ دی جائے، جیسا کہ ہم نے بعض بعض علاقوں میں سنا ہے کہ لوگ عرضیاں لٹکاتے ہیں۔ جیسا کہ شیعوں کے یہاں دستور ہے کہ عرضیاں لٹکاتے ہیں کسی درخت پر یا کسی چیز پر، تو اس زمانہ کے حاملین کا یہ فرض ہوتا ہے کہ صاف صاف اس پر نکیر کریں۔ اور صاف صاف عوام کو اس سے آگاہ کریں۔ جیسے سید سالار مسعود غازی کے جھنڈے اور کہیں کچھ ہوتا ہے، کہیں کچھ ہوتا ہے۔

ہم جن سے منسوب ہیں، مجددؒ الف ثانیؒ سے لے کر حضرت مولانا عبدالقادر جیلانیؒ اور پھر شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور سید صاحبؒ اور شاہ اسماعیل صاحبؒ، ان کا دستور یہی تھا کہ انہوں نے جہاں جہاں دیکھا کہ شرک یہاں پر چھپا ہوا ہے، شرک وہاں سے حملہ کر رہا ہے یا اس نے منفذ بنایا ہے۔ اس نے گویا زیر زمین ایک سرنگ بنائی ہے۔ اور ہمیشہ زیر زمین کی ضرورت نہیں ہوتی، بالائے زمین وہ پل بنا دیتا ہے، جس کے ذریعے چل کر وہ گھروں تک پہنچ جاتا ہے۔ اور شرک جلی میں مبتلا کر دیتا ہے، "کفر بواح" میں مبتلا کر دیتا ہے، شرک کی تو تاویل ہی نہیں ہو سکتی۔ اس وقت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے (اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) — تقویت الایمان لکھی، تقویت الایمان معمولی حالات میں نہیں لکھی، اور اس نے ہلا کر رکھ دیا۔

لوگ تو اب ایسے پیدا ہو گئے ہیں، کہتے ہیں، کتاب شاہ صاحب کی ہے ہی نہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس میں شاہ صاحب کی بھی اور مسلک کی بھی اور اپنی جماعت کی بھی خدمت ہے کہ چلو چھٹی ملی!

بالکل غلط، تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ کتاب حضرت شاہ صاحب کی ہے اور ایک ایک لفظ کے وہ ذمہ دار ہیں۔ اور وہ تو خیر مصنف ہیں، ہم اس کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ ہمارے یہاں مولانا رشید احمد گنگوہی سے اتباع سنت اور علم میں بڑھ کر کون ہو گا۔ سب نے ان کو مان لیا۔ انہوں نے کھل کر حمایت کی تقویت الایمان کی۔ اور ساری ذمہ داری اپنے اوپر لی۔ اور کہا کہ ہم اسی مسلک پر ہیں۔ اس میں جو کچھ ہے، سب صحیح ہے۔ اور ایک بار اپنی مجلس میں کہا کہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دو لاکھ (یا کتنے لاکھ بتایا) آدمی کے عقائد اس کتاب سے درست ہو گئے اور ان کی اصلاح ہو گئی۔ اس کے بعد کچھ ہوا ہو کوئی نہیں جانتا تو حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اسی بصیرت کی بناء پر اور اس کے لئے بصیرت تو کیا بصارت بھی کافی ہوتی ہے کھلی آنکھوں دیکھ رہے تھے کہ کیا ہو رہا ہے مزارات پر کیا ہو رہا ہے۔ ہندوستان میں کیا ہو رہا ہے۔ درگاہوں پر کیا ہو رہا ہے۔ لوگ کیسے کیسے عقیدے لئے ہوئے بیٹھے کھلا ہوا شرک ہے، تو تقویت الایمان لکھی۔ کسی نے کہا کہ بتدریج لکھیے، کہنے لگے کہ میں جہاد میں جا رہا ہوں اور اگر مجھے اطمینان ہوتا کہ میں وہاں زندہ بچ کر آؤں گا تو میں اس کو تدریج کے ساتھ بیان کرتا اور اس کو ہلکا کرتا، لیکن مجھ کو اس کا بھروسہ نہیں، اس لئے میں تو سب ایک مرتبہ کہہ دینا چاہتا ہوں اور لکھ دینا چاہتا ہوں، اللہ تعالےٰ نے اس کتاب سے جتنا فائدہ پہنچایا، میرے علم میں کم اس طرح کی کتابیں ہیں۔ جن سے اتنا فائدہ پہنچا ہو۔ آپ لوگ جیسی اچھی طرح ———

اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ کسی طریقہ سے جب راہ سے شیطان حملہ کرے، عام آبادی پر اور مسلمانوں پر، اور جس میں وہ کامیاب ہو جاتے، اور ایسا کامیاب ہو کر دیندار لوگ بھی اس کے زخم خوردہ ہوں تو عزیمت کا کام یہ ہے کہ اس زمانہ میں اس کا انتخاب کر کے اس کے خلاف صف آرا ہو، ہمارے بزرگوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ صف آرا ہو جاتے تھے، وہ اعلان کے ساتھ میدان میں آتے تھے اور کہتے تھے تمہیں جو کرنا ہے کرو، ہمیں یہ کرنا ہے، ہمیں

تو یہ مہم چلائی ہے۔ اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ ان چیزوں کو تلاش کریں۔

جہیز کی رسم کے خلاف جہاد کی ضرورت

ان چیزوں میں سے ایک چیز تو اس وقت بہت زیادہ عام اور ایسی ہو گئی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ علماء میں نہیں بلکہ اللہ نے جن کو ذرا بھی توفیق عطا فرمائی ہے ان کو کم سے کم برأت الذمہ کے لئے اللہ کے یہاں جواب دہ نہ ہوں، ان کے خلاف کچھ نہ کچھ آواز اٹھانی چاہئے، وہ ہندوستان کا فتنہ ہے بہار میں وہ خاص نام سے جانی جاتی ہے، اور شاید میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہاں زیادہ ہے لیکن یہاں بھی بہت ہے، اور وہ ہے جس کو تلک کہا جاتا ہے اور بہار کے مسلمان اس کو سلامی کہتے ہیں عہ، میں آپ سے صاف کہتا ہوں یہ وہ چیز ہے جس میں شیطان نے قلعہ بنایا ہے۔ شیطان نے انڈے اور بچے دیئے ہیں۔ اس آشیانے کے اندر اور یہ غضب الٰہی کو بھڑکانے والی چیز ہے۔ ایک شریف گھرانے سے ایک معصوم بے گناہ عورت کے دل سے اگر آہ نکل گئی کہ یا اللہ جس مسلک میں اتنے علماء ہوں اتنے مدرس ہوں، اتنے واعظ ہوں، اتنے مصنف ہوں، اتنے باحمیت مسلمان ہوں، وہاں یا تو ہماری جوانی ختم ہو، ہمارے والد ہمارے ماں باپ منہ دکھانے کے قابل ہوں، یا زہر کھا کر مر جائیں، یا ہم گناہ میں مبتلا ہوں، اس کے سوا کوئی راستہ نہیں، آج وقت کا جہاد یہ ہے کہ سب سے پہلے تو یہ کہ بے تکلفی معاف، پہلے تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ میں سے اکثر کی شاید شادیاں نہ ہوئی ہوں مگر بہت تھوڑی عمر میں شادیاں ہو جاتی ہوں تو میں معافی چاہتا ہوں لیکن اگر یہ نہیں ہے تو کم سے کم ایک تعداد آپ کے یہاں ایسی نکلے گی جو ابھی اس مرحلے سے گذری نہ ہو گی۔ پہلے آپ نمونہ قائم کریں۔ صاف کہہ دیں کہ ہمیں کچھ لینا دینا نہیں، ہم نمونہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم بالکل سنت نبوی کے مطابق نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارے خاندان میں اللہ کے فضل سے ہمارے خاندان کو اللہ کے فضل سے بہت کچھ ملا تھا) متعدد ایسے واقعات ہیں حضرت سید کے نواسے سید محمد عمران ٹونک کی مسجد میں کھڑے ہوئے کہ صاحبو! ذرا ٹھہر جاؤ، محمد یوسف کا کسی بیٹے یا بھتیجے کا نام لیا اس کا نکاح ہونے والا ہے۔ کسی کو خبر نہیں ہے۔ عزیزوں کو، خود گھر والوں کو خبر نہیں ہے، کوئی جوڑا بھی پہن کر نہیں آیا۔ خود نکاح پڑھایا، اس کے بعد رخصتی ہوئی۔ اور دو چار دس بیس آدمیوں کو بلا لیا۔ ولیمہ کے لئے۔ بار بار ایسا ہوا ہے۔ حضرت سید صاحب کی جماعت میں تو ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ حافظ محمد ولی صاحب سے جناب وجیہ الدین صاحب نے کہا کہ آپ کا بھتیجا اتنا بڑا ہو گیا ہے۔ آپ کی لڑکی کی بھی کافی عمر ہو گئی ہے تو شادی ہو جائے۔ انہوں نے کہا بہت ٹھیک ہے۔ کب، کہا اس جمعہ کو ہو جائے۔ اعلان ہو جائے کچھ نہیں سب کام چپ چاپ ہو گیا۔ دہلی میں سیرت کی تقریر تھی۔ کافی مجمع تھا۔ میں نے مسلمانوں سے کہا۔ آپ اس امت میں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ؎ ہم اس قابل نہیں، ہم خاک پا کی طرح بھی نہیں لیکن یقیناً ہم اس نبی کی امت ہیں جن کے وجود گرامی کے ساتھ عذاب نہیں آسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں آسکتا جب تک آپ ان میں ہیں۔ آج آپ اس ناسوتی دنیا میں نہیں لیکن آپ کی امت تو اتنی بڑی تعداد میں جس ملک میں امت موجود ہو، اس میں ایسا اندھیر ہو رہا ہے۔ اس میں ایک ماہ میں ایک سو اسی لڑکیاں دلی میں جلا دی جاتی ہوں۔ یہ میں نے قومی آواز میں پڑھا۔ جو کانگریس کا اخبار ہے۔ اور سارے ہندوستان میں ہو رہا ہے، ابھی کل ہی میں نے انگریزی اخبار میں جہاز میں آتے ہوئے پڑھا کہ مہاراشٹر میں کسی کی ماں کو پھانسی دے دی گئی، کہ کسی نوجوان نے اپنی ماں یا باپ کی مدد سے بیوی کو جلا دیا کیوں؟ اس لئے کہ اسکوٹر نہیں ملا۔ موٹر نہیں آیا۔ تم جینے کے قابل نہیں ہو۔ تم کو مار ڈالیں گے، تم نکل جاؤ۔ گلا گھونٹ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کیسے اس کو پسند فرما سکتا ہے۔ اس کے خلاف مہم چلانے کی ضرورت ہے اور اگر آپ فارغین یہ طے کر لیں کہ ہم اپنے علاقہ میں یہ مہم چلائیں گے۔ عہد لو، قسمیں لو، حلف لو۔ قرآن مجید ہاتھ میں دو۔ جو بھی ذریعہ ہو سکتا ہے، مسلمانوں کو متاثر کرنے کا کہ ہم نہ مانیں گے نہ ہم دیں گے۔ اور کم سے کم نوجوان یہ طے کر لیں کہ اپنے والدین سے

عہ "تلک" اور "سلامی" سے مراد جہیز کی رسم ہے۔ (الاعتصام)

؎ الانفال: ۳۳

کہہ دیں کہ اگر آپ کرتے ہیں تو ہمیں قبول نہیں ، اور جب تک محفل نکاح میں ہم "قبلت" (قبول کیا) نہ کہیں نکاح ہو ہی نہیں سکتا ہمیں قبول نہیں ۔ آپ چاہیں کریں ہم ایسے نکاح کو قبول نہیں کرتے ۔

یہ وقت کا فتنہ ہے ۔ ہمارے مدارس اصل میں اسی کو روکنے کے لئے قائم کئے گئے ہیں جو ایسی عزیمت والے لوگ پیدا کریں اور باقی کام چلانے والے کام چلاؤ آدمی تو سب درس گاہوں میں پیدا ہوں گے ۔ یہ کام ہے کرنے کا ۔ وہ کام نہیں کر چلے جا رہے ہیں ۔ باہر جامعات میں اور وہاں سے پڑھ کر جاتے ہیں افریقہ ۔ یورپ ، امریکہ ۔ یہ آپ کا معاشی مسئلہ ہے ۔ یہ معاشی مسئلہ کا حل ہے ۔ آپ جانتے ہیں کہ میں وہاں کی محترم ترین جامعہ کا رکن ہوں ۔ میں نے وہاں بھی کہا ، یہاں بھی کہا کہ میں کسی بات پر فخر نہیں کرتا کہ میں علی گڑھ کا رکن ہوں ۔ میں کشمیر کا رکن ہوں ۔ لیکن اگر مجھے فخر کرنے کا حق ہے تو الحمدللہ ، یہ کہ میں شروع سے اس وقت بیس برس ہو گئے اس جامعہ کا رکن ہوں ، تسلسل کے ساتھ الحمدللہ ، سوائے شیخ عبداللہ بن باز کے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو اس تسلسل کے ساتھ جامعہ کا رکن رہا ہو ، تو میں اس کا رکن ہوں ۔ میں اپنے طلبہ سے صاف کہتا ہوں اور آج آپ سے اس طرح خطاب کر رہا ہوں جیسے ندوہ کے طلبہ سے خطاب کرتا ہوں ۔ اور دیوبند کے طلبہ سے خطاب کرتا ہوں ، جامعہ رحمانی کے طلبہ سے خطاب کرتا ہوں ، صاف سُن لیجئے ، آپ کے کام کرنے کا میدان (میں حالات کی رعایت رکھتا ہوں) اگر کوئی اچھا کرتا ہے اور وہ اس پر مطمئن ہے تو میں اس پر تنقید نہیں کرتا ۔ نہ تو نائیجیریا میں ہے اور نہ اریٹریا میں ہے ، نہ کہیں فلاں جگہ ہے ، وہ معاشی مسئلہ ہے اور پھر ایسا بھی دیکھا ہے کہ وہاں جانے کے بعد آدمی یہاں کے کام کا نہیں رہتا وہ اُونچے معیارِ زندگی کا ایسا عادی ہو جاتا ہے ، دماغ اتنا اونچا ہو جاتا ہے اور حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ کہاں یہاں دیہاتوں میں پھرے گا اور کہاں یہاں کا دال چاول کھائے گا ۔ تو آپ سے یہ کہتا ہوں کہ خیر خواہی کے لئے کہ جہاد کا میدان ہندوستان ہے ۔ مسلمانوں ہی سے نہیں ، اپنے غیر مسلم بھائیوں سے بھی اس ملعون رسم کو چھڑایئے ، تلک کا جو رسم ہے اس کو ہندوستان میں رہنے نہ دیجئے اور اللہ تبارک تعالےٰ کی برکتیں کیسے کسی ایسی جگہ پر نازل ہو سکتی ہیں جہاں اتنا بڑا ظلم ہوتا ہو ۔

("تعمیر حیات" لکھنؤ)

درخواست دعائے صحت

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مدظلہ پونے دو سال سے بعارضہ فالج صاحب فراش ہیں ، نقاہت بہت زیادہ ہے اور کچھ کام کرنے کے قابل نہیں ۔ احباب مولانا موصوف کی صحت کاملہ کے لئے خصوصی دعا فرمائیں (ادارہ)

مولانا ارشاد الحق اثری - فیصل آباد

گمراہی کیا ہے؟ اتباعِ سُنّت یا تقلیدِ شخصی -!

ایک حنفی دیوبندی مدیر کے جواب میں

ذیل کا مضمون آج سے چند سال قبل اشاعت کے لئے آیا تھا لیکن سنسر کی پابندی کی وجہ سے اشاعت کی نوبت نہ آسکی۔ اس سلسلے میں اب اگرچہ "محمدی صراطِ مستقیم" کے عنوان سے مفصل مضمون قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ تاہم یہ مختصر مضمون بھی "بقامت کہتر بقیمت بہتر" کا مصداق ہے۔ اس لئے اُمید ہے کہ یہ مضمون بھی توجہ اور دلچسپی سے پڑھا جائے گا (ادارہ)

"اختلافِ اُمّت اور صراطِ مستقیم" کے عنوان سے ماہنامہ بینات کا ایک خصوصی نمبر شائع ہوا ہے۔ "مدیر بینات" سے کسی نے دو بنیادی سوال کیا کہ سُنّی، شیعہ، دیوبندی، بریلوی اور وہابی فرقوں کے عقائد میں کیا فرق ہے اور ان میں سے افضل کون سا فرقہ ہے، اس کے علاوہ دو تین سوال اور بھی ہیں مگر مرکزی حیثیت اسی سوال کو حاصل ہے۔ جس کا جواب مدیر بینات جناب مولانا [illegible] لدھیانوی نے رقم فرمایا ہے جس میں انہوں نے شیعہ [illegible] میں بریلوی دیوبندی اور وہابی اختلافات کے مابین محاکمہ [illegible] موصوف کا یہ محاکمہ کس حد تک صحیح ہے؟ اس کی تفصیل تو کافی تفصیل طلب ہے جس کی گنجائش اس وقت نہیں۔ فی الحال یہاں ہم جس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ مولانا لدھیانوی صاحب نے "وہابی" یعنی اہل حدیث فکر کو صحیح طور پر پیش نہیں کیا۔ اولاً تو اہل حدیث کے لئے "وہابی" کی اصطلاح کا استعمال ہی غلط ہے۔ جب ہم حنفی مالکی شافعی اور حنبلی نسبت سے اظہار بیزاری کرتے ہیں تو "وہابی" کی طرف نسبت کے کیا معنی؟ دراصل مقلدین حضرات ایک خاص ذہنی تحفظ کے تحت ایسا کرتے ہیں۔ اور مقصود ذہنی یہ ہے کہ اہل حدیث کو بھی ایک امتی کی طرف منسوب کیا جائے تاکہ وہ دوسروں کو طعنہ نہ دے سکیں۔

اہل حدیث تو الحمد للہ اس وقت سے ہیں جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کے برعکس حنفی شافعی مالکی اور حنبلی اس وقت معرضِ وجود میں آئے جب چوتھی صدی ہجری کے بعد تقلیدی مذاہب کا رواج ہوا۔ اور اگر ائمہ اربعہ کے دور سے ہی ان کا وجود تسلیم کیا جائے تب بھی بہرحال یہ بعد ہی کی پیداوار ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

ومن اهل السنة مذهب معروف قبل ان يخلق الله ابا حنيفة ومالكا والشافعي واحمد فانه مذهب الصحابة تلقوه عن نبيهم ومن خالف ذلك كان مبتدعا عند اهل السنة والجماعة۔

(منهاج السنة)

یعنی "اہل سُنّت میں ایک معروف مذہب ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ مالک شافعی احمد رحمہم اللہ) کی پیدائش سے پہلے بھی موجود تھا۔ اور وہ صحابہ کرامؓ کا مذہب تھا جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا اور جو اس کے خلاف ہے۔ وہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک بدعتی ہے۔

تاریخ کا یہ کیسا اعجوبہ ہے کہ نو مولود فرقے آج اس پاکباز

گروہ کو حادث دنیا فرقہ قرار دے رہے ہیں جو تمام نو پیدا فرقوں سے پہلے موجود تھا۔ ہم یہاں قدامت اہل حدیث پر دلائل پیش کرنا چاہتے ہیں نہ مولانا لدھیانوی کے ان تمام شبہات کا تجزیہ جو انہوں نے مسلک اہل حدیث پر عائد کئے ہیں۔ بلکہ ان کی حد سے زیادہ گرم گفتاری ان سطور کا باعث بنی ہے۔ فرماتے ہیں :-

"اہل حدیث حضرات کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ چونکہ تقلید کا رواج کئی صدیوں بعد ہوا۔ اس لئے وہ بدعت ہے مگر تقلید کو بدعت کہنا ان کی غلطی ہے اس لئے کہ اول تو اس سے لازم آئے گا کہ ان اہلحدیث حضرات کے سوا باقی پوری اُمتِ محمدیہ گمراہ ہو گئی ہے، نعوذ باللہ :۔ اور یہ ٹھیک وہی نظریہ ہے جو شیعہ مذہب حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں پیش کرتا ہے (بینات ص ۱۰ رجب و شعبان ۱۳۹۹ طبع ثانی)

ہمیں افسوس ہے کہ مولانا لدھیانوی نے کس طرح علم و دیانت کا خون کیا ہے جب کہ بحث تقلید میں نہیں بلکہ تقلید شخصی میں ہے۔ بلا تعیین کسی مجتہد یا عالم سے سوال کرنا اور اس پر عمل کرنا بشرطیکہ وہ سُنّت کے موافق ہو۔ اور اگر کوئی ایسی حدیث مل جائے جو اس کے قول کے مخالف ہو تو اسے چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنا، یہ محل اختلاف نہیں۔ ... تقلید بدعت و حرام ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے عقد ... میں لکھا ہے، کلام ہے تو تقلید شخصی میں ہے جو یقیناً بدعت ہے اور جسے ہم برملا بدعت کہتے ہیں بلکہ خود مولانا لدھیانوی نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ "شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ چوتھی صدی سے پہلے کسی معین امام کی تقلید کا رواج نہ تھا" (بینات ص ۳۰) اور اسی خصوصی نمبر میں بدعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جو چیز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور تبع تابعین کے زمانے میں معمول و مروّج نہ رہی ہو، اُسے دین کی بات سمجھ کر کرنا بدعت کہلاتا ہے" (بینات ص ۹۵) اور ... بات ہم کہتے ہیں کہ جب اس بات کا اعتراف ہے کہ بدعت وہ ہے جس کا رواج خیر القرون کے بعد ہوا ہو اور تقلید شخصی کا رواج (جسے ... واجب کہتے ہیں) باعتراف شما خیر القرون کیا بلکہ چوتھی صدی کے بعد ہوا ہے تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کیا شک ہے؟

؎ محفلیں میری اور رقیب کی رہیں جدا جدا
آخر کو ہم دونوں درِ جاناں پہ جا ملے

انتہائی تعجب کی بات ہے کہ مولانا صاحب لکھتے ہیں کہ "یہ ٹھیک وہی نظریہ ہے جو شیعہ مذہب حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں پیش کرتے ہیں" معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

قارئین کرام جب باعتراف لدھیانوی صاحب تقلید شخصی کا وجود نا مسعود صحابہ و تابعین کے دور میں نہ تھا تو ان کے بدعتی اور گمراہ ہونے کا سوال خود بخود اُٹھ جاتا ہے تو صحابہ کرام اور تابعین عظام کا خواہ مخواہ نام لے کر نا خواندہ حضرات کو بدگمان کرنے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہ حضرات خود صحابہ کرام اور ائمہ دین کو اپنے مخصوص فقہی نظریات کے پیش نظر بدعتی بے سمجھ اور جاہل قرار دیتے ہیں اور بدنامی کے اس داغ کو مٹانے کے لئے الزام ہمیں دیتے ہیں۔ اور مقصد یہ ہے کہ اس حمام میں سبھی ننگے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

ان حوالہ جات کو جانے دیجئے نہ یہ ہمارا موضوع سخن ہے۔ ہم یہاں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ترک تقلید شخصی میں شیعیت کی ہمنوائی ہے یا تقلید شخصی میں۔ ہم اپنی طرف سے کچھ کہنا نہیں چاہتے بلکہ محققین علماء جن کے ورع و تقویٰ، علم و فضل، دیانت و صداقت کے فریقین معترف ہیں ان کی اس سلسلے میں کیا رائے ہے وہ دیکھ لیجئے۔ اور پھر انصاف فرمائیے کہ شیعیت کی ہمنوائی کس نے کی ہے؟

چنانچہ علامہ محمد حیات سندھی (جنہیں ہمارے حنفی بھائی حنفی باور کراتے ہیں، مقدمہ نصب الرایہ ص ۵۶) فرماتے ہیں۔

"ومن تعصب لواحد بعينه من الائمة دون الباقين فهو بمنزلة من يتعصب لواحد من الصحابة دون الباقين كالرافضي والناصبي والخارجي فهذه طرق اهل البدع والاهواء الخ" (تحفة الانام ص ۱۳)

یعنی "جو ائمہ دین میں سے کسی ایک امام ہی کی تقلید کرتا ہے اور دوسروں کی پروا نہیں کرتا تو وہ اس طرح ہے جو بعض صحابہ ...

پیروی کرتے ہیں اور بعض کی نہیں جیسے کہ رافضی ناصبی اور خارجی ہیں۔ اور یہ طریقہ اہل بدعت کا ہے۔"

علامہ صالح فلانی نے ایقاظ ھمم اولی الابصار ص ۵۳ میں بھی علامہ سندھیؒ کی یہ عبارت ذکر کی ہے اور اگر دیانتداری سے سوچا جائے تو مقلدین حضرات کا حال بالکل رافضیوں اور خارجیوں کی طرح ہے جس طرح رافضی صرف اہل بیت کی روایات و اقوال پر اعتماد کرتے ہیں اور دیگر صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں اور خارجی اہل بیت کے علاوہ دیگر صحابہ کی روایات و اقوال ہی کو اپنے لیے مشعل راہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح حضرات مقلدین ہیں کہ جن کے وہ مقلد ہیں۔ انہی کے قول و عمل کو اپنے لئے واجب الاتباع سمجھتے ہیں اور باقی ائمہ دین کو جاہل اور نادان کہنے سے بھی اجتناب نہیں کرتے۔ ع

مجھے یاد ہے وہ سب ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

علامہ سندھیؒ کے علاوہ مقلدین کے متعلق اسی قسم کا اظہار حضرت مولانا سید محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"وقد غلا الناس فی التقلید وتعصبوا فی التزام تقلید شخصی معین حتی منعوا الاجتہاد و منعوا تقلید غیر امامہ فی بعض المسائل وھذا ھی الداء العضال التی اھلکت الشیعۃ فھولاء ایضا اشرفوا علی الھلاک الا ان الشیعۃ قد بلغوا اقصاھا فجوزوا رد النصوص بقول من یزعمون تقلیدہ وھؤلاء اخذوا فیہا و اولوا الروایات المشھورۃ الی قول امامھم" (تنویر العینین ص ۲۵)

یعنی "بے شک لوگوں نے شخص معین کی تقلید کے بارے میں غلو کیا ہے اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اجتہاد کو ممنوع سمجھتے اور بعض مسائل میں اپنے امام کے بغیر دوسروں کی تقلید سے منع کرتے ہیں۔ اور یہ وہ بدترین مرض ہے جس سے شیعہ ہلاک ہوئے اور اسی طرح یہ لوگ ہلاکت کے قریب پہنچے ہوئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ شیعہ نے مبالغہ کر کے نصوص کو اپنے اماموں کے قول کے مقابلہ میں رد کیا ہے اور یہ (مقلدین) حضرات مشہور احادیث کو اپنے امام کے قول کی طرف پھیر پھار کر لاتے ہیں۔"

شاہ صاحب نے گو یہاں مقلدین کی عادت مستمرہ یہ ذکر کی ہے کہ وہ اپنے اماموں کے اقوال کے مقابلے میں نصوص مشہورہ کی تاویل کرتے ہیں۔ مگر اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو یہ شیعہ حضرات کی طرح اپنے اماموں کے مقابلے میں روایات صحیحہ کی پروا نہیں کرتے جس کا اظہار بڑے افسوس سے امام عزالدین بن عبدالسلام، امام رازی، حافظ ابو شامہ، شیخ محی الدین ابن عربی، علامہ شعرانی، علامہ محمد حیات سندھی، شاہ ولی اللہ اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحہم اللہ نے کیا ہے۔ ان بزرگوں کے اقوال ذکر کئے جائیں تو بحث طویل ہو جائے گی۔ ہم اس کی صرف ایک واضح مثال ذکر کرتے ہیں فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔ چنانچہ مولانا محمود الحسن جو طائفہ دیوبندیہ کے "شیخ الہند" ہیں فرماتے ہیں۔

"فالحاصل ان مسئلۃ الخیار من مھمات المسائل وخالف ابوحنیفۃ فیہ الجمھور وکثیرا من الناس من المتقدمین والمتأخرین وصنفوا رسائل فی تردید مذھبہ فی ھذہ المسئلۃ ورجح مولانا شاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی قدس سرہ فی رسائل مذھب الشافعی من جھۃ الاحادیث والنصوص وکذلک قال شیخنا مدظلہ بترجیح مذھبہ وقال الحق والانصاف ان الترجیح للشافعی فی ھذہ المسئلۃ ونحن مقلدون یجب علینا تقلید امامنا ابی حنیفۃ واللہ اعلم" (تقریر ترمذی ص ۳۹ مطبوعہ رشیدیہ دھلی)

یعنی "حاصل کلام یہ ہے کہ "خیار مجلس" کا مسئلہ اہم مسائل میں سے ایک ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے اس میں جمہور اور بہت سے متقدمین و متاخرین اہل علم کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے امام صاحب کے مذہب کی تردید میں رسائل بھی لکھے ہیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنے بعض رسائل میں امام شافعیؒ کے مسلک کو احادیث اور نصوص کے اعتبار سے راجح قرار دیا ہے۔

اسی طرح ہمارے شیخ مدظلہ نے امام شافعیؒ کے مذہب کو راجح کہا ہے اور غیر بایں ہمہ کہ حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا مسلک راجح ہے مگر ہم مقلد ہیں اور ہم پر ہمارے امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے۔"

قارئین حضرات اندازہ فرمائیں کس طرح واشگاف الفاظ میں امام شافعیؒ کے مذہب کو احادیث و نصوص کی روشنی میں صحیح تسلیم کیا گیا ہے مگر یہ حضرات ان احادیث پر عمل نہ کرنے پر مجبور ہیں کہ تقلید امام واجب ہے۔ ہم یہاں اسی ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ ایسی متعدد مثالیں ہمارے زیر نظر ہیں ضرورت محسوس ہوئی تو انشاء اللہ ان کا اظہار کر دیا جائے گا۔ اسی ایک مثال ہی سے اندازہ لگا لیجئے کہ تقلید شخصی (جسے ہمارے بھائی واجب قرار دیتے ہیں) کو شیعیت سے مقارنت ہے یا نہیں؟ اور یہ حضرات نصوص کی تاویل کے علاوہ ان کی تردید کس دلیری سے کرتے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت شاہ شہید مرحوم نے تقلیدِ شخصی کو نصرانیت سے تشبیہ دی ہے۔ لکھتے ہیں۔

"فعلم من هذا ان اتباع شخص معين بحيث يتمسك بقوله وان ثبت على خلافه دلائل من السنة والكتاب ويأول الى قوله شوب من النصرانية" (تنویر العینین ص۳۷)

یعنی "اس سے معلوم ہوا کہ شخص معین کی اتباع اس طرح کرنا کہ اس کے قول سے تمسک کرے اگرچہ اس کے خلاف کتاب و سُنت کے دلائل ثابت ہوں اور ان کی تاویل اپنے امام کے قول کے موافق کرنا نصرانیت کی قسم سے ہے" مولانا شہیدؒ کے علاوہ یہی بات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھی ہے، فرماتے ہیں کہ یہود کا کردار اللہ پاک نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کی آمد کا اعتراف کرتے تھے مگر جب آپ تشریف لائے تو انہوں نے پہچاننے کے باوجود آپ کا انکار کیا۔ کیونکہ وہ حق کو اسی طریقے سے قبول کرتے تھے جس کی طرف وہ منسوب تھے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"وهذا ابتلى به كثير من المنتسبين الى طائفة معينة فى العلم او الدين من المتفقهة او المتصوفة او غيرهما او الى رئيس معظم عندهم فى الدين غير النبى صلى الله عليه وسلم فانهم لا يقبلون من الدين لا فقها ولا رواية الا ما جاءت به طائفتهم ثم انهم لا يعلمون ما توجبه طائفتهم مع ان دين الاسلام يوجب اتباع الحق مطلقا رواية وفقها من غير تعيين شخص او طائفة غير الرسول صلى الله عليه وسلم"
(اقتضاء الصراط المستقیم ص۸)

یعنی "یہ بات ان لوگوں کے لئے باعثِ آزمائش ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے فقہاء یا صوفیاء وغیرہ کی معین جماعت کی طرف منسوب ہیں یا دین کے کسی بڑے عالم کی طرف منسوب ہیں کیونکہ وہ کوئی روایت یا فقہی مسئلہ صرف اسی صورت میں تسلیم کرتے ہیں جب کہ وہ ان کی طرف سے آئے ——— پھر وہ یہ خیال بھی نہیں کرتے کہ ان کی جماعت کیا واجب قرار دے رہی ہے (بس اندھا دھند اسی پر عمل کرتے ہیں) حالانکہ دین اسلام مطلقاً حق کی اتباع کو واجب قرار دیتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی شخص یا جماعت کی پیروی کو واجب نہیں کہتا! اسی قسم کا اظہار علامہ فلانی نے ایقاظ ھمم اولی الابصار میں کیا ہے جسے ہم بخوفِ طوالت نظر انداز کرتے ہیں۔ ان بزرگوں کے علاوہ جنہوں نے تقلید شخصی کو رسم اور جہالت قرار دیا ہے ان کی فہرست طویل ہے۔

مندرجہ بالا اکابر اُمت کی عبارتوں سے واضح ہو جاتا ہے تقلیدِ شخصی، یہودیت اور نصرانیت کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ مگر یہ حضرات انہیں عین دین باور کرانے پر ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں لیکن مقصود اہل حدیث کو قرار دیتے ہیں جو اُمتِ مسلمہ کو محدثات سے بچانے میں کوشاں ہیں۔ سچ کہا ہے کسی نے ؎

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ

اطلاعات و اعلانات

اعلانِ داخلہ

۱۔ دارالعلوم محمدیہ شیخوپورہ میں مولانا محمد داؤد صاحب بھوجیانی نے تدریس کے فرائض سنبھال لئے ہیں۔ مولانا محمد داؤد صاحب مدرسہ رحمانیہ دہلی سے فارغ التحصیل ہیں اور متعدد مدارس دینیہ میں تدریسی فرائض انجام دے چکے ہیں۔ خواہش مند طلبا جلد داخلہ لیکر مستفید ہوں (مہتمم دارالعلوم محمدیہ نزد پرانا اڈہ لاریاں شیخوپورہ)

۲:۔ دارالعلوم جامعہ رحمانیہ فاروق آباد (چوہڑ کانہ) میں داخلہ شروع ہے۔ ذہین طلباء اپنے ورثاء یا والدین کے ذریعہ رابطہ قائم کریں۔ فاضل اساتذہ کی زیرِ نگرانی درسِ نظامی، تجوید و حفظ القرآن عربی فاضل اور بی اے ایم اے (عربی) کی تدریس کا انتظام ہے، قیام و طعام بذمہ دارالعلوم ہوگا (حکیم حافظ عبدالرزاق سعیدی مہتمم دارالعلوم رحمانیہ اڈا لاریاں فاروق آباد ضلع شیخوپورہ)

۳:۔ جامعہ توحیدیہ کشٹرہ مائی وزیرآباد کے شعبہ حفظ القرآن، ترجمۃ القرآن اور ناظرہ قرآن مجید میں پڑھائی کا آغاز ہو چکا ہے۔ شعبہ حفظ القرآن بیرونی طلبہ کا داخلہ شروع ہے۔ خواہشمند حضرات فوراً رجوع فرمائیں۔ بیرونی طلباء کے قیام، طعام اور دیگر ضروریات کا جامعہ کفیل ہے۔ جامعہ مخیر احباب کی توجہ کا مستحق ہے (حافظ عبدالستار حامد خطیب جامعہ توحیدیہ کشٹرہ مائی وزیرآباد)

۴:۔ مدرسہ عربیہ جامعہ محمدیہ فقیر والی اہل حدیث ضلع بہاولنگر میں ۵ شوال سے داخلہ جاری ہے۔ ۱۵ شوال سے باقاعدہ پڑھائی شروع ہو چکی ہے۔ درسِ نظامی اور حفظ و ناظرہ کے ساتھ سکول کی تعلیم کا بھی معقول بندوبست کیا گیا ہے۔ طلباء کے لئے ہر قسم کی سہولتیں میسر ہیں (امیر جمعیت اہلحدیث فقیر والی)

خوشخبری

قارئین کے پیہم اصرار پر ادارہ کی جملہ کتب کی قیمتوں میں پچاس فی صد رعایت کر دی گئی ہے براہِ راست طلب فرما کر مشکور فرمائیں۔ ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔

نام کتاب	سابقہ قیمت	موجودہ قیمت
منظوم ترجمہ سورۃ فاتحہ و البقرہ	آٹھ روپے	چار روپے
" تفسیر سورہ فاتحہ	چھ روپے	تین روپے
" پنجسورہ شریف	چھ روپے	تین روپے

(ادارہ دعوتِ قرآن مکان ۱ گلی ۱۱۶ بالمقابل شمالی دروازہ مسجد جٹاں۔ اچھرہ۔ لاہور ۱۶)

ضرورت حافظِ قرآن / قاری

۱۔ جامع مسجد اہلحدیث واہ کینٹ کے لئے تدریس و تحفیظ القرآن کے لئے ایک تجربہ کار حافظ قرآن کی ضرورت ہے جو ہمہ وقتی مسجد میں رہ سکے اور دینی جذبہ رکھتا ہو (رحمت اللہ خطیب جامع مسجد اہل حدیث رجسٹرڈ لالہ علی چوک واہ کینٹ)

۲۔ مدرسہ رحمانیہ میں تدریس و اقامت کے لئے حافظ و قاری کی ضرورت ہے۔ خوراک و رہائش کے علاوہ معقول تنخواہ دی جائے گی، تبلیغی جذبہ سے سرشار حضرات بالمشافہ یا بذریعہ خط و کتابت رابطہ قائم کریں۔ (عطا محمد جنجوعہ سیکرٹری انجمن جامع مسجد اہل حدیث و مدرسہ رحمانیہ رجسٹرڈ کوٹ بھائی خان براستہ بھاوریاں ضلع سرگودھا)

۳:۔ لاہور میں لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے ایک معروف ادارے مدرسہ تدریس القرآن والحدیث للبنات رجسٹرڈ کو ایک ماہر حافظہ قاریہ اور ایک ماہر عالمہ دین کی خدمات درکار ہیں معقول خدمت کی جائے گی۔ رہائشی سہولتیں میسر ہیں تفصیلات بالمشافہ طے کرنے کے لئے فوری رابطہ قائم کریں۔ (حافظ فوزیہ طاہر گیلانی انچارج مدرسہ تدریس القرآن والحدیث للبنات رجسٹرڈ، دارالعلوم دھرم پورہ لاہور۔ فون نمبر ۳۸۰۹۴۳)

وفیات

۱۔ بندہ کے نانا جان محترمی حاجی میاں علی محمد صاحب جو ہمو خطیب و صدر مدرس دار الحدیث ڈونگہ تحصیل سمبڑیال گذشتہ رمضان المبارک کی ۳ تاریخ کو قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے

قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے (محمد خان جونیجو متعلم جماعت سوم جامعہ محمدیہ بقرۃ حاجی سلطان احمد صاحب مرحوم خانہ علی ضلع بدین ۔ سندھ)

٢ - اہل حدیث یوتھ فورس پاکستان کے مرکزی صدر محمد خان نجیب نے خانیوال کی ہر دلعزیز معروف سیاسی ۔ سماجی دینی شخصیت چوہدری بشیر احمد خاور ایڈووکیٹ کی اچانک وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار کیا اور ان کی رہائش گاہ پر جا کر مرحوم کے لواحقین سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے تعزیت کی ان کے ہمراہ میاں عبد القدیر ۔ عبد اللطیف انور محمد ناصر طور اور چوہدری محمد دین بھی تھے　(ناظم نشر و اشاعت)

اشاریہ مضامین جلد ٣٥

الاعتصام کی جلد ٣٥ الحمد للہ اس شمارے پر مکمل ہو گئی ہے ۔ اہل علم حضرات کا اصرار تھا کہ ایک جلد کے اہم مضامین کا اشاریہ بھی شائع کیا جائے تاکہ قارئین کو مطلوبہ مضمون تلاش کرنے میں سہولت ہو ۔ لہذا ہم اس شمارے میں وہ اشاریہ شامل کر رہے ہیں تاکہ جلد ہذا کو مجلد کروانے والے حضرات اسے نکال کر جلد کے شروع میں لگا سکیں　(ادارہ)

ضمنی وضاحت

الاعتصام کی موجودہ جلد کے مسلسل صفحات کے نمبر شمار جو ہر صفحے کے نیچے درج ہیں کتابت کی غلطی سے بالترتیب نہیں رہ سکے ان میں کم وبیش دو صد صفحات کی غلطی ہے یہ جلد ١٢٧٦ صفحات پر ختم ہو رہی ہے ۔ اشاریہ مضامین جو مرتب کر کے اس دفعہ دیا جا رہا ہے اس میں تصحیح شدہ ترتیب کے مطابق نمبر دیئے گئے ہیں تا قارئین اشاریہ مضامین میں درج شدہ صفحات کے مطابق صفحات کی ترتیب درست کر لیں ۔ اس زحمت کے لئے ادارہ قارئین کرام سے معذرت خواہ ہے (ادارہ)

اشاریہ مضامین ہفت روزہ الاعتصام لاہور

(جلد ۳۵)

(اگست ۱۹۸۳ء تا جولائی ۱۹۸۴ء)

اہم اداریے

درسِ قرآن وعلومِ قرآن

درسِ حدیث و علومِ حدیث ——— صفحہ

احکام و مسائل ——— صفحہ

تحقیق و تنقید ——— صفحہ

سیر و سوانح ——— صفحہ

وفیات ———

دینی اور ملی مسائل ـــــــــ صفحہ

افکارِ معاصرین ـــــــــ صفحہ

تبصرۂ کتب ـــــــــ صفحہ

بقیہ • مسلمان، کاروبارِ مملکت اور آئین

جس کی کوئی شق نہ منسوخ ہو سکتی ہے نہ اس میں ترمیم کی جا سکتی ہے۔

گھر کی بات

غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کے مستقل عہدِ حکومت کا آغاز غزنویوں (۱۰۱۴ء - ۱۱۸۶ء) سے ہوتا ہے اور ان کے بعد

غوری اور خاندانِ غلامان	۱۲۸۹ - ۱۱۸۶ء
خلجی	۱۳۲۱ - ۱۲۸۹ء
تغلق	۱۴۱۲ - ۱۳۲۱ء
دولت خاں	۱۴۱۴ - ۱۴۱۲ء
سید	۱۴۴۸ - ۱۴۱۴ء
لودی	۱۵۲۶ - ۱۴۴۸ء
سوری	۱۵۵۵ - ۱۵۳۸ء
مغل	۱۵۴۰ - ۱۵۲۶ء
افغان	۱۵۵۵ - ۱۵۴۰ء
مغل (وفاتِ عالمگیر)	۱۷۰۷ء - ۱۵۵۵ء
بہادر شاہ ظفر تک	۱۸۵۸ء -

یکے بعد دیگرے پورے آٹھ سو چالیس سال تک حکومت کرتے ہیں۔ اس سارے عرصے میں ۶۳۲ء کا آئین نافذ رہتا ہے اور امورِ مملکت بابرکت طریقے سے سرانجام پاتے ہیں۔ جب ۱۸۵۸ء میں یہ آئین ختم کر دیا جاتا ہے تو ابتری کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں، آقا اور غلام ابنِ غلام باہمی گٹھ جوڑ کر کے ہندی مسلمان کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ نعوذ باللہ اس کا آئینِ الٰہی کسی کام کا نہیں، اگر وہ جمہوریت اپنائے یا مارکسزم، سوشلزم یا مغربی لبرل ازم اپنائے تو اس کے وہ تمام روگ دور ہو جائیں گے جن میں خود ان کے آقا نے انہیں مبتلا کیا ہوتا ہے۔

یہ نفسیاتی فضا بڑے طریقے سلیقے اور قوت سے پیدا کی جاتی ہے اور مسلمانوں کے اذہان پر اس کی گرفت اتنی مضبوط ہو جاتی ہے کہ آج ۱۹۸۴ء کے وسط میں جب ہم اپنے ملک میں مارشل لاء کے بعد نظمِ امورِ مملکت کے متعلق سوچتے ہیں تو ہمارے سامنے صرف ایک ہی طرز آتی ہے اور وہ ہے مغربی جمہوریت، ہم یکسر فراموش کر جاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں خدا کی طرف سے نظمِ امورِ مملکت کی ہدایات اور احکام ملے ہیں اور یہ طرزِ مملکت داری دنیا میں صدیوں سے کامیابی سے آزمائی جا چکی ہے، انسانوں کی کوتاہی سے کسی ایک جگہ کسی ایک عرصے کے لئے ناکام ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اسے یکسر پسِ پشت ڈال دیں اور یہ جزوِ ایمان بنا لیں کہ ہمارے پاس قانونی، سیاسی، معاشرتی، اقتصادی، آئینی اور دیگر مغربی جمہوریت کو سینے سے لگانے کے سوا چارہ ہی نہیں، حالانکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ جن لوگوں نے ایسا کیا ہے وہ اپنے طور پر اس اعتبار سے کامیاب نہیں کہ وہ انسانیت کے دکھوں کا مداوا نہیں کر سکے اور انسان کو سکھ اور چین کی زندگی نہیں دے سکے۔

حل کیا ہے؟

سو حضور! عرض یہ ہے کہ مارشل لاء سے آگے بڑھنے سے پہلے یہ سوچنا ضروری ہے کہ بالآخر مسلمان کی حیثیت سے ہم کون سی تنظیمِ مملکت داری اپنانا چاہتے ہیں، ایسی تنظیم جس میں ہر تنازعہ امر کا فیصلہ قرآن و سنت کی رو سے ہو، ظاہر ہے کہ جمہوریت میں نہ ایسی تنظیم کی گنجائش ہے اور نہ ہی دنیا میں کہیں جمہوریت نے قرآن اور سنت کو یہ اقتدار، وزن، اور وقار دیا ہے، اس کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ موجودہ حکومت نہیں بلکہ صرف جنرل محمد ضیاء الحق سے جن کے پاس سارا اختیار اور اقتدار موجود ہے اسے یہ تقاضا کیا جائے کہ وہ دو حرفی آرڈیننس جاری کر دیں کہ اس ملک میں اب سے جملہ امورِ سلطنت کا انتظام و انصرام اور تصفیہ قرآن و سنت کے مطابق ہوگا۔

ضروری ہدایات
خبریں صاف اور مختصر لکھیں، وضاحت طلب امور کے لئے جوابی لفافہ بھیجیں ● رپورٹیں ارسال نہ کی جائیں کردہ شائع نہیں کی جاتیں (ادارہ "الاعتصام")

فون مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (گھر) ۶۲۴۷۶
فون دفتر الاعتصام و سلفیہ لائبریری ۵۴۴۰۶

PHONE 54406 WEEKLY AL-AITISAM LAHORE R-No 552